غزل

محشر بدایونی

نہیں گلوں کی جو کانٹوں کی اب خوشی ہے مجھے
کہ راستے میں یہ دولت پڑی ملی ہے مجھے

کچھ ایسی آگ سی محسوس ہو رہی ہے مجھے
کہیں کی بھڑکی ہوئی جیسے لگ گئی ہے مجھے

بہت میں سوچ چکا پھر بھی ایک سوچ میں ہوں
کہ جیسے اور بھی کچھ سوچنا ابھی ہے مجھے

کہاں سکت کہ اُٹھاؤں مَیں بارِ اور دل کے
گراں خود اپنی ہی زنجیر ہو گئی ہے مجھے

رہِ سفر میں ہے دُور ایک ضو خدا جانے
یہ شہر سے کہ بیاباں سے تک رہی ہے مجھے

کلی کے دل پہ گئی ہے مری نظر جب سے
بہت عزیز کلی کی شگفتگی ہے مجھے

ہوس کے دورِ جنوں میں مرے لئے کیا ہے
چلو، نصیب تو اِک زخمِ آگہی ہے مجھے